Al-Kashaf (Journal of Social Sciences) (Miscellaneous)
Volume: 05, No: 04. October – December 2025
ISSN: 2790-8798; E-ISSN: 2790-8801

قرآن مجید کی آیاتِ احکام کے فہم میں مفسرین اور فقہاء کے مناہج

Approaches of *Mufassirin* and Jurists in Interpreting Qur'anic Legal Verses

Dr. Muhammad Riaz Mahmood *
** Associate Professor, Department of Islamic Thought, History and Culture, Allama Iqbal Open University, Islamabad.*

KEYWORDS

Fiqh, Hermeneutical Principles, Holy Qur'an, Islamic law, Jurists, Legal Verses, Mufassirin, Tafsir.

ABSTRACT

This research article undertakes a comparative and analytical study of the methodologies adopted by classical and contemporary *Mufassirin* and Fuqaha in understanding the legal injunctions derived from the verses of the Holy Qur'an. The divergence in interpretive approaches has given rise to a rich yet complex tapestry of Islamic legal thought. The study examines how variations in linguistic analysis, reliance on hadith, principles of abrogation *naskh*, contextual considerations *asbab al-nuzul,* and the use of reason and juristic preference *istihsan* have shaped legal rulings. While *mufassirun* often focus on semantic and thematic coherence of the Holy Qur'an, fuqaha prioritize operational legal frameworks applicable to changing societies. Through a thematic and historical lens, this research identifies key epistemological differences and convergences between these two scholarly traditions. It argues that neither methodology is inherently superior; rather, their integration leads to a more holistic understanding of divine intent. The article also highlights contemporary challenges such as the neglect of *maqasid al-shariah* higher objectives of law and the growing chasm between textual literalism and contextual reasoning. By revisiting the hermeneutical principles of early luminaries like Imam Jafar al-Sadiq, Imam Abu Hanifah, Imam Shafii, and Ibn Rushd, the study proposes a renewed synthesis of tafsir and fiqh. Ultimately, the research calls for a humanized revival of ijtihad independent legal reasoning that honors the spirit of revelation while addressing modern ethical and legal dilemmas. The findings aim to bridge the gap between textual fidelity and living reality, offering a balanced framework for scholars and students of Islamic law.

ا۔ موضوع تحقیق کا تعارف، اہمیت اور پس منظر

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جس نے انسانیت کے لیے ہدایت کا وہ جامع منہج فراہم کیا ہے جس میں عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور قانون کے تمام گوشے شامل ہیں۔ آیات احکام وہ مقدس فرامین ہیں جن سے عبادات و معاملات کے عملی احکام مستنبط ہوتے ہیں۔ ان آیات کی تفسیر اور فقہی استنباط کا عمل ابتدائی دور نبوی سے ہی جاری ہے تاہم تدوین کے بعد تفسیر اور فقہ دو علیحدہ علوم کی صورت میں ابھرے۔ مفسرین کا منہج عموماً لغوی و بلاغی پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے سیاق و سباق اور اسباب نزول کی روشنی میں آیات کے مفہوم کو واضح کرنا ہے جبکہ فقہاء کا نقطہ نظر احکام کی عملی تطبیق، قیاس، استحسان، مصالح مرسلہ اور دیگر اصولی بنیادوں پر استوار ہے۔[1] اس تفریق نے صدیوں سے علمی گفتگو کو جنم دیا ہے۔ بعض اوقات یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے کہ ایک ہی آیت کی تشریح مفسرین اور فقہاء نے مختلف زاویوں سے کی ہے جس سے اجتہادی تنوع تو پیدا ہوا لیکن بعض مقامات پر عوام

[1] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **مقدمہ فی اصول التفسیر** (بیروت: دار لکتب العلمیہ، 1991ء)، ص:19-78

*Corresponding Author: Dr. Muhammad Riaz Mahmood
Email Address: *riaz.mahmood@aiou.edu.pk*

اور طلبہ کے لیے الجھن بھی پیدا ہوئی۔ اس موضوع کی اہمیت اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ آج جب عالم اسلام شدید فکری و قانونی چیلنجز سے دوچار ہے وہاں مفسرین و فقہاء کے مناہج کی درست سمجھ نہ صرف عصری مسائل کے حل کی راہ ہموار کرتی ہے بلکہ قرآنی حکمت کے اصل تقاضوں کو سمجھنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ پس منظر میں یہ بات قابل غور ہے کہ ابتدائی تین صدیوں میں یہ دونوں علوم ایک دوسرے سے زیادہ متاثر تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کا فقہی مکتب فکر قرآنی مفاہیم کی گہرائی تک رسائی کے لیے لغوی اور بلاغی وسعت کا قائل تھا اور امام طبریؒ جیسے مفسر نے اپنی تفسیر میں فقہی مباحث کو بھی جگہ دی۔[2] قرآن مجید کی آیات احکام کو سمجھنے میں مفسرین اور فقہاء نے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں۔ ان کے طریقہ ہائے کار میں یہ فرق مختلف اسباب کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ ان اسباب کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ یہ اختلاف کمزوری نہیں بلکہ علمی وسعت کا نتیجہ ہے۔ اس موضوع کی اسی علمی اہمیت کے پیش نظر یہ مضمون تیار کیا گیا ہے۔

1. مفسرین کے مناہج میں لسانی و بیانی اسلوب کا مقام

مفسرین نے آیات احکام کی تفسیر کے لیے عربی زبان کے قواعد، صرف، نحو، بلاغت اور لغت کو بنیادی ذریعہ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن مجید عربی مبین میں نازل ہوا ہے اور اس کے احکام کو سمجھنے کے لیے عربی زبان کے محاورات، اسالیب اور دقائق سے شناسائی لازمی ہے۔ امام زمخشریؒ کی تفسیر "الکشاف" میں بلاغی و بیانی پہلوؤں کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہے کہ حروف معانی، تقدیم و تاخیر، حذف، ذکر، نکرہ، معرفہ اور فعل ماضی و مضارع کے استعمالات سے احکام کی نوعیت پر گہری بحث کی گئی ہے۔[3] مثلاً آیت (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا)[4] میں لفظ "ید" کا لغوی معنی ہاتھ ہے لیکن کیا اس سے کلائی یا کہنی یا کندھا مراد ہے؟ یہاں پر مفسرین نے عرب کے عرف اور لغت کی روشنی میں یہ طے کیا کہ حد سرقہ میں ہاتھ سے مراد کلائی تک ہے۔ مفسرین کا ایک اور اہم لسانی منہج حروف شرطیہ مثلاً اِن، لَو، لَعَلّ، عَسٰی اور حروف نفی و استفہام کا تجزیہ ہے۔ جیسے آیت (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا)[5] میں لفظ وُسعَہ پر بحث کی گئی ہے کہ اس سے گنجائش اور استطاعت دونوں مفاہیم مستفاد ہوتے ہیں۔[6] اسی طرح مفسرین نے حقیقت و مجاز کے درمیان فرق کرتے ہوئے جہاں ظاہری معنی سے مطلب لینا مقصود ہو وہاں تاویل سے گریز کیا اور جہاں ظاہری

---

[2] طبری، محمد بن جریر، **جامع القرآن عن تاویل القرآن** (مصر: دار المعارف، 1991ء)، ج:1، ص:11-67

[3] زمخشری، محمود بن عمر، **الکشاف** (بیروت: دار المعارفۃ، 2009ء)، ص:18-56

[4] المائدۃ 38:5

[5] البقرہ 286:2

[6] جصاص، احمد بن علی، **الاحکام القرآن** (بیروت: دار لکتب العلمیہ، 1981ء)، ج:1، ص:10-78

معنی خلاف عقل و شرع ہو وہاں مجاز اور تاویل کی راہ اختیار کی۔ امام رازیؒ نے "مفاتیح الغیب" میں اسے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔[7] نیز مفسرین نے قرآنی اسلوب میں مشترکہ الفاظ، اضداد، ترادف اور اشتقاق کے ذریعے نئے معانی نکالنے پر بھی زور دیا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ (صلاۃ) کے معنی دعا، رحمت اور مخصوص عبادت سب قرآنی سیاق میں آتے ہیں اور مفسر ان میں سے مناسب معنی سیاق کے تحت منتخب کرتے ہیں۔ یہ لسانی منہج فقہاء کے لیے بھی ضروری ہے لیکن فقہاء اسے اپنے اصول فقہ کے تابع کرتے ہیں جبکہ مفسرین اسے تفسیر کا مقصد قرار دیتے ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مفسرین کا لسانی و بیانی منہج آیات احکام کے فہم میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے تاہم صرف اس پر اکتفا کرنا فقہی مسائل کے حل کے لیے ناکافی ہے۔

2. فقہاء کے مناہج میں اصول فقہ اور قواعد کلیہ کی اہمیت

فقہاء جب آیات احکام کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ محض لغوی و بلاغی تجزیے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصول فقہ کے قواعد کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ یہ قواعد وہ کلیات ہیں جو جزئی مسائل کے استنباط میں راہ نمائی فراہم کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے "الرسالۃ" میں پہلی مرتبہ ان اصولوں کو منظم کیا جس کے بعد فقہاء نے آیت کے ظاہر، نص، عام، خاص، مطلق، مقید، مجمل، مفسر، ناسخ اور منسوخ جیسے مفاہیم کے تحت آیات احکام کا تجزیہ کرنا شروع کیا۔ فقہاء کے نزدیک آیت کا عام ہونا مگر مخصص کی دلیل آنا اس کے عموم کو محدود کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر آیت (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا)[8] میں لفظ (بیع) عام ہے لیکن وہ بیع جو جہالت، دھوکہ یا ناجائز شرط پر مبنی ہو اسے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اسی طرح فقہاء نے امر و نہی کے صیغوں پر بحث کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ اصل میں امر وجوب اور نہی تحریم پر دلالت کرتا ہے جب تک کوئی قرینہ خلاف نہ آئے۔ لیکن کب امر استحباب اور کب اباحت پر محمول ہوگا اس کے لیے فقہاء نے اصول وضع کیے جیسے کسی چیز کے بعد ثواب کی وعید ہو تو وہ واجب ہے ورنہ مستحب۔[9] فقہاء کے مناہج میں قیاس کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔ جہاں نص میں کوئی حکم صراحتاً موجود نہ ہو وہاں فقہاء مشترک علت کی بنا پر معلوم سے مجہول تک پہنچتے ہیں۔

---

[7] رازی، محمد فخر الدین بن عمر، **التفسیر الکبیر، مفاتیح الغیب** (لبنان: بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1990ء)، ج:3، ص:176-191

[8] البقرہ 275:2

[9] احمد بن محمد زرقا، **شرح القواعد الفقہیۃ** (دمشق: دار القلم، 1989ء)، ص:491-533

امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کو ترجیح دی،[10] جبکہ امام مالکؒ نے اہل مدینہ کے عمل کو بھی ایک مقدم قرار دیا،[11] امام احمد بن حنبلؒ نے قیاس کو محدود اور نص کو وسیع ترجیح دی۔[12] اسی طرح استحسان جسے حنفی فقہاء نے بہت استعمال کیا ہے وہ دراصل ایک قیاس خفی کو چھوڑ کر قیاس جلی یا مصلحت کو اختیار کرنا ہے۔ مثلاً وضو میں عمامے پر مسح کی اجازت استحساناً ہے ورنہ قیاس یہ تھا کہ سر کا مسح براہ راست ہونا چاہیے۔ فقہاء نے مقاصد شریعت کو بھی ایک اہم منہج کے طور پر شامل کیا خاص طور پر امام شاطبیؒ نے جسے تفصیل سے بیان کیا کہ تمام احکام پانچ ضروریات یعنی دین، جان، عقل، نسل اور مال کے تحفظ کے لیے ہیں۔[13] لہٰذا جہاں نص کا ظاہر کسی مقصد کے خلاف ہو وہاں تاویل کی جائے گی۔ یہ مناہج فقہاء کو ان ان گنت مسائل کے حل میں مدد دیتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں صرف کلی طور پر آیا ہے مثلاً جدید مالی معاملات، ٹرانسپلانٹیشن، مصنوعی حمل وغیرہ۔ پس فقہاء کا اصولی منہج قرآن مجید کی آیات احکام کو موجودہ دور کے مسائل پر منطبق کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے بشرطیکہ وہ نصوص کی اصل روح اور سیاق سے ٹکرائے نہیں۔

3. اسباب نزول کے کردار میں مفسرین وفقہاء کا تقابلی جائزہ

اسباب نزول یا وہ تاریخی واقعات جن کے پیش نظر قرآن مجید کی کوئی آیت نازل ہوئی ہے مفسرین کے نزدیک آیات احکام کے فہم میں مرکزی اہمیت رکھتے ہیں۔ امام بغویؒ، امام ابن کثیرؒ، امام سیوطیؒ اور دیگر مفسرین نے اس بات پر زور دیا ہے کہ کسی آیت کا سبب نزول جانے بغیر اس کے صحیح مفہوم تک پہنچنا اکثر محال ہوتا ہے۔ مثلاً آیت(لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى)[14] کا سبب نزول یہ تھا کہ ایک صحابی نے شراب پی کر نماز پڑھی اور اس میں تلاوت کی غلطیاں کیں جس کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ مفسرین اس سبب کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس میں حکم تو تحریم مطلق نہیں بلکہ نماز کی حالت میں ممانعت ہے، لیکن بعد میں آیت (وَالْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ) میں شراب کو رجس قرار دے کر اس کی حرمت کا مکمل حکم دے دیا گیا۔ مفسرین اسے ناسخ و منسوخ کی مثال سمجھتے ہیں۔[15] اسی طرح آیت(وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ

---

[10] ڈاکٹر وھبہ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ** (لبنان: بیروت، دار لفکر، 2001ء)، ج:1، ص:23-98

[11] محمد بن محمد الغزالی، **المستصفیٰ من علم الاصول** (کویت: دار الکتب العلمیہ، 1981ء)، ص:91-118

[12] ابن قدامہ: عبد اللہ بن محمد، **روضۃ الناظر وجنۃ المناظر** (قاہرہ: دار النشر والتوزیع، 1988ء)، ص:299-335

[13] شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، **الموافقات** (المملکۃ العربیہ السعودیہ: دار ابن عفان، 2001ء)، ص:17-118

[14] النساء4:43

[15] المائدہ5:90

)[16] کے سبب نزول میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا واقعۂ افک شامل ہے جس کے باعث حد قذف کا قانون واضح ہوا۔[17] مفسرین کہتے ہیں کہ اگر یہ سبب نہ جانا جائے تو آیت کی شدت اور خصوصیت سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن فقہاء کا منہج اسباب نزول کے حوالے سے مختلف ہے۔ فقہاء کے نزدیک اصل آیت کا عموم ہے نہ کہ سبب کی خصوصیت۔[18] امام شافعیؒ اور دیگر اصولیین کے مطابق (العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب)۔[19] یعنی جب آیت کا لفظ عام ہے تو وہ ہر اس صورت پر لاگو ہوگا جو اس کے تحت آتی ہے خواہ سبب خاص کسی واقعے سے متعلق کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے آیت (لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ) کی حرمت کو بعد میں منسوخ شدہ تسلیم کرتے ہوئے صرف آیت الخمر پر انحصار کیا۔

فقہاء کی ایک جماعت اسباب نزول کو حکم کی تعیین کے لیے معیار قرار دیتی ہے جبکہ بعض دیگر فقہاء اس نظریہ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک تھا کہ اگر سبب خاص ہو اور لفظ عام تو عام پر عمل کیا جائے گا لیکن اگر لفظ بھی خاص ہو تو اسے خاص ہی رکھا جائے گا۔[20] اس کے برعکس امام مالکؒ نے اہل مدینہ کے عمل اور اسباب نزول کے تاریخی پس منظر کو بہت اہمیت دی۔[21] موجودہ دور میں جب بدعات اور نئے معاملات بڑھ گئے ہیں تو مفسرین کی یہ رائے اہم ہے کہ سبب نزول سے صرف آیت کی مناسبت اور روح نکلتی ہے جسے بعد میں قیاس اور اجتہاد کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف فقہاء کا محتاط منہج بعض اوقات سبب کو نظر انداز کر کے قانون کے خشک اطلاق کا باعث بن جاتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ اسباب نزول کو تاریخی سیاق کے طور پر استعمال کیا جائے نہ کہ حکم کی تحدید کے لیے، البتہ جب لفظ خاص ہو تو اسے خاص ہی سمجھا جائے۔ مفسرین و فقہاء کے درمیان یہ فہم کا تضاد دراصل تکامل کی راہ میں رکاوٹ نہیں بلکہ ایک فطری تنوع ہے جو اجتہاد کو ثروت بخشتا ہے۔

4. ناسخ و منسوخ کی آیات کے فہم میں مفسرین و فقہاء کا اسلوب

ناسخ و منسوخ کا نظریہ قرآن مجید میں ان احکام کے بارے میں ہے جو بعد میں آنے والے کسی حکم کی وجہ سے اپنے ابتدائی حکم سے بدل دیئے گئے۔ مفسرین نے ناسخ و منسوخ کو ایک اہم اور حساس علمی شعبہ قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں امام ابن حزمؒ، امام ابن

---

[16] النور24:4-5

[17] ایضا24:11-20؛ البخاری، محمد بن اسماعیل، **الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک** (کراچی: مکتبہ البشریٰ، 2017ء)، ج:2، حدیث:4141

[18] ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، **مناہج المفسرین** (پشاور: مکتبہ صندلیہ، 2022)، ص:1-466

[19] جلال الدین السیوطی، **الاتقان فی علوم القرآن** (بیروت: دارالفکر، 1990ء)، ص:90-116

[20] آلوسی، محمود آلوسی، **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی** (لبنان: بیروت، دارالکتب العلمیہ، 1991ء)، ج:3، ص:141-156

[21] مالک بن انس، **المدونۃ الکبریٰ** (المملکۃ السعودیہ، دارالنشر والتوزیع، 2010ء)، ص:1091-1101

الجوزیؒ، امام ابو جعفر النحاسؒ اور دیگر نے مستقل کتب تصنیف کی ہیں۔ ان کا منہج یہ ہے کہ وہ پوری قرآن مجید کی آیات کا سیاق وسباق اور ترتیب نزول کو مد نظر رکھتے ہیں۔ مثلاً ابتدائی دور میں شراب نوشی کی اجازت تھی لیکن آہستہ آہستہ اس کی حرمت نازل ہوئی۔ آیت(یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکَارٰی)[22] منسوخ ہے آیت(اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ)[23] سے۔ مفسرین نے اس کے علاوہ وہ آیات بھی جمع کی ہیں جن میں ایک حکم کے بدلے دوسرا حکم دیا گیا مثلاً عدت وفات میں سال بھر کے حکم کو منسوخ کر کے چار ماہ دس دن کر دیا گیا۔[24] مفسرین کا کہنا ہے کہ اگر ناسخ و منسوخ نہ سمجھا جائے تو قرآن مجید میں تضاد کا شبہ پیدا ہو سکتا ہے جو کہ محال ہے۔ تاہم فقہاء نے ناسخ و منسوخ کے مسئلے میں زیادہ احتیاط سے کام لیا ہے۔ وہ صرف انہی آیات کو منسوخ قرار دیتے ہیں جہاں قطعی دلیل موجود ہو کہ بعد والی آیت پہلے حکم کو ختم کرتی ہے۔ امام شافعیؒ نے شرط رکھی کہ ناسخ و منسوخ کو ثابت کرنے کے لیے تاریخ نزول کا علم ہونا ضروری ہے جو صرف صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے ہی مل سکتا ہے۔[25]

بعض فقہاء کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں بہت کم آیات منسوخ ہوئی ہیں اور امام ابن حزمؒ نے صرف چند آیات کو ہی منسوخ قرار دیا ہے۔[26] اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ فقہاء نے نسخ کی بجائے تخصیص، تقیید اور توضیح کی طرف زیادہ رجوع کیا۔ مثلاً آیت(وَالَّذِیْنَ یَتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا)[27] کے بعد آیت(وَالَّذِیْنَ یَتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ)[28] کے درمیان فقہاء نے کہا کہ پہلی آیت کی مدت ایک سال تھی لیکن بعد کی آیت نے اسے چار ماہ دس دن کر کے پہلی کو منسوخ کر دیا۔ لیکن بعض فقہاء نے اسے تخصیص بھی کہا ہے۔ مفسرین کے نزدیک نسخ کا تصور شریعت کی تکمیل کے تناظر میں بہت اہم ہے کیونکہ یہ ارتقائی ہدایت کا ثبوت ہے۔ فقہاء کے منہج میں یہ بات شامل ہے کہ منسوخہ آیت پر عمل کرنا جائز نہیں لیکن اس کی تلاوت قرآن مجید کا حصہ ہے۔[29] جدید دور میں بعض محققین نے ناسخ و منسوخ کے دعووں کو کم کر دیا ہے اور انہیں محض تشریحی مراحل قرار دیا ہے۔[30] اس تنازع نے مفسرین اور فقہاء کے درمیان ایک ذہنی دیوار کھڑی کر دی ہے۔ تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ جہاں نسخ ثابت ہو

---

22 النساء4:43

23 المائدہ5:90

24 طبری، محمد بن جریر، **جامع القرآن عن تاویل القرآن** (مصر: دارالمعارف، 1991ء)، ج:1، ص:25-67

25 الشافعی، محمد بن ادریس، **الرسالہ** (بیروت: دارالفکر، 1987ء)، ص:781-788

26 ابن حزم، محمد علی بن احمد، **الاحکام فی اصول الاحکام** (لبنان: دار ابن حزم، 1988ء)، ج:1، ص:199-210

27 البقرہ2:234

28 ایضاً2:240

29 محمد بن موسیٰ الحازمی، **الاعتبار في الناسخ والمنسوخ من الآثار** (بیروت: دارالفکر، 2010ء)، ص:110-115

30 مولانا امین احسن اصلاحی، **تدبر القرآن** (:لاہور، فاران فاؤنڈیشن، 2009ء)، ج:1، ص:10-34

اسے تسلیم کرتے ہوئے دوسرے مرحلے میں فقہاء کے احتیاطی اصولوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے تا کہ کسی آیت کو بلاوجہ منسوخ نہ کہا جائے۔ اسی طرح مفسرین کے تاریخی تناظر کو یکسر رد نہیں کیا جاسکتا۔

5. جدید مسائل میں مفسرین وفقہاء کے مناہج کا عملی اطلاق

دنیائے اسلام آج بے شمار جدید مسائل سے دوچار ہے جن کا تصور نہ تو صحابہ کرامؓ کے دور میں تھا اور نہ تابعین کے زمانے میں۔ بینکنگ، انشورنس، مصنوعی اعضاء کی پیوندکاری، جنسی تبدیلی، سوشل میڈیا کے ذریعے نکاح و طلاق، کلوننگ، مصنوعی حمل، رحم کرایہ پر لینا اور قوانین جدیدہ کی روشنی میں حدود و تعزیرات کے نفاذ جیسے موضوعات پر قرآن مجید کی آیات احکام سے براہ راست راہ نمائی ممکن نہیں ہے سوائے ان کلی اصولوں کے جو ان آیات سے نکلتے ہیں۔ یہاں مفسرین اور فقہاء دونوں کے مناہج عملاً آزمائے جاتے ہیں۔ مفسرین کا منہج یہ ہے کہ وہ کسی بھی جدید مسئلے کو پرانی تفسیروں کے ذریعے حل کرنے کی بجائے پہلے ان آیات کی تحقیق کرتے ہیں جو اس کے قریب تر ہوں۔ مثلاً کلوننگ کے بارے میں وہ آیت(وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ)[31] اور (فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ)[32] کے ذریعے انسان کی تخلیق کے قدرتی طریقوں پر زور دیتے ہیں اور کلوننگ کو تخلیق کی توہین قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن مفسرین کا مسلک عموماً یہ ہے کہ وہ خود فتوے دینے سے گریز کرتے ہیں اور صرف قرآنی مفاہیم کو واضح کرتے ہیں۔ یہ ایک کمزوری ہے کہ آج کے دور میں مفسرین محض علمی مباحث تک محدود رہ گئے ہیں۔ دوسری طرف فقہاء جب جدید مسائل سے نمٹتے ہیں تو وہ اصول فقہ کے تحت قیاس، استصناع، سد ذرائع، عرف اور مصالح مرسلہ کا سہارا لیتے ہیں۔[33] مثال کے طور پر بینکاری سود پر موجودہ نظام کو سرے سے رد کرنے کی بجائے کچھ فقہاء نے اسے اسلامی بینکاری کی شکل دینے کی کوشش کی جس میں بیع مرابحہ، اجارہ، مشارکہ اور مضاربہ جیسے عقود کو قرآن مجید کی آیات مثل (وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ)[34] کے تحت جائز قرار دیا گیا ہے۔

جدید سائنسی ترقیوں کے پیش نظر احکام کی تبدیلی ایک اور بڑا چیلنج ہے۔ جیسے اعضاء کی پیوندکاری کے بارے میں کچھ فقہاء نے مردہ سے اعضاء نکالنے کو جائز کیا ہے جبکہ بعض نے اسے حرمت میت کی آیات کے تحت ناجائز ٹھہرایا۔ مفسرین یہاں آیت(وَلقدكَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ)[35] کو سامنے رکھ کر انسان کے احترام کو اولین اصول قرار دیتے ہیں۔ یہاں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ

---

[31] النحل12:16

[32] الطارق5:86

[33] محمد ایوب سپراء، ائمہ اربعہ (کراچی: سبل اسلام، 2017ء)، ص:1-156

[34] البقرہ275:2

[35] الاسراء70:17

موجودہ دور میں مفسرین اور فقہاء کا ایک دوسرے سے الگ الگ کام کرنا نقصان دہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مفسرین فقہاء کو قرآنی آیات کی گہری تشریح فراہم کریں اور فقہاء اسے اپنے اصولوں کے ذریعے عملی جامہ پہنائیں۔ جہاں آج کا مسلمان شدید فکری الجھن میں مبتلا ہے وہاں ایک مربوط حکمت عملی کی ضرورت ہے جس میں مفسرین کا تنزیلی منہج اور فقہاء کا تکلیفی منہج باہم مل کر ایک جامع نقطہ نظر پیش کریں۔ جدید ذرائع ابلاغ پر قرآن و فقہ کی تشریحات میں عوام کو آسانی پیدا کرنے کے لیے آسان زبان میں ان مناہج کی وضاحت بھی لازمی ہے۔

6. مناہج میں مشترکات اور نقاط افتراق کا تحقیقی جائزہ

مفسرین اور فقہاء کے مناہج کو گہرائی سے دیکھا جائے تو کچھ مشترکات اور کچھ بنیادی اختلافات نظر آتے ہیں۔ مشترکات میں پہلی چیز یہ ہے کہ دونوں ہی گروہ قرآن مجید کو احکام کا اولین ماخذ مانتے ہیں اور سنت نبوی کو اس کے بعد دوسرا درجہ دیتے ہیں۔ دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور بندوں کی فلاح ہے۔ دونوں ہی استنباط میں عربی زبان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور ناسخ و منسوخ، عام و خاص، مطلق و مقید جیسے اصولوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے استعمال میں فرق آجاتا ہے۔ مشترکہ طور پر دونوں ہی عمل کرتے ہیں کہ جہاں نص صریح ہو وہاں وہ اسے تسلیم کرتے ہیں مگر فقہاء اسے عملاً نافذ کرنے کا طریقہ بتاتے ہیں جبکہ مفسرین اس کے معانی و مطالب کو واضح کرتے ہیں۔ مشترکہ طور پر دونوں یہ بھی مانتے ہیں کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہے لیکن فقہاء نے اجتہاد کے لیے باقاعدہ ضوابط مقرر کر رکھے ہیں جبکہ مفسرین نے اپنی تفسیروں میں کھلے عام اجتہاد کیا ہے۔ نقاط افتراق کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے کہ فقہاء کا منہج ترجیحاً عملی تطبیق پر مبنی ہے جبکہ مفسرین کا منہج نظری تشریح پر زیادہ زور دیتا ہے۔ فقہاء کے نزدیک ایک آیت کا حکم اخذ کرتے وقت دیگر آیات اور احادیث کے ساتھ تعارض کی صورت میں ترجیح کے اصول ہیں جبکہ مفسرین زیادہ تر تفسیری ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک بڑا نقطہ افتراق روایت و درایت میں ہے۔ مفسرین خصوصاً مفسرین بالماثور زیادہ تر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے اقوال پر انحصار کرتے ہیں اور رائے کو محدود کرتے ہیں لیکن فقہاء رائے اور قیاس کو بہت وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح مفسرین میں باطنی تفاسیر والے گروہ معانی کی گہرائی میں اترتے ہیں جبکہ فقہاء ظاہر پر عمل کو لازمی سمجھتے ہیں۔[36]

[36] ڈاکٹر محمد حسین ذھبی، **التفسیر والمفسرون** (قاہرہ: مکتبہ وھبہ، 1997ء)، ص:216-299

بعض مواقع پر فقہاء نے مفسرین پر اعتراض کیا ہے کہ وہ لغوی و بیانی باریکیوں میں الجھ کر حکم کی روح سے غافل ہو جاتے ہیں جبکہ مفسرین کا کہنا ہے کہ فقہاء نے احکام کو سختی سے انسانی مصلحتوں سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش میں بعض اوقات نص کی صراحت کو نظر انداز کیا ہے۔ ایک اور واضح اختلاف فقہاء کے نزدیک تقلید کا تصور ہے۔ فقہاء نے چاروں مسالک میں تقلید کو جائز اور ضروری قرار دیا جبکہ مفسرین نے ہر دور میں اپنے آپ کو تقلید سے آزاد رکھتے ہوئے نئی تفاسیر لکھیں۔ اس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ فقہاء کا منہج متعین مسالک کی شکل اختیار کر گیا جبکہ مفسرین کا منہج زیادہ متحرک اور متنوع رہا۔[37] لیکن یہ اختلافات کبھی کبھی علمی عداوت میں بدل جاتے ہیں جیسا کہ ظاہریہ اور باطنیہ کے مابین ہوا۔ آج کی دنیا میں ضرورت اس امر کی ہے کہ فقہاء مفسرین سے تفسیر کی روحانی جہات سیکھیں اور مفسرین فقہاء سے عملی تطبیق کے اصول۔ دونوں مناہج دراصل قرآن مجید کی دو آنکھیں ہیں جن میں سے کسی ایک کو بند کر کے دیکھنا نامکمل ہو گا۔ جب ہم آیات احکام کے فہم میں ان دونوں مناہج کو باہم مربوط کرتے ہیں تو ایک متوازن اور جامع فہم حاصل ہوتا ہے جو نہ نص کو نظر انداز کرتا ہے نہ انسانی مصلحتوں کو۔

7. مفسرین وفقہاء کے مناہج کو ہم آہنگ کرنے کی ضرورت

مفسرین وفقہاء کے مناہج کو ہم آہنگ کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس ہم آہنگی کی پہلی صورت یہ ہے کہ فقہاء قرآن مجید کی تفسیر کرتے وقت مستند مفسرین کی تفاسیر سے راہ نمائی حاصل کریں اور ان کے استنباط کو اپنی رائے پر مقدم رکھیں۔ بہت سے فقہاء نے خود ایسا کیا ہے جیسے امام سرخسیؒ اور امام شاطبیؒ نے اپنی کتب میں تفسیری مباحث کو فقہی مباحث کے ساتھ ضم کر دیا۔[38] ایک اہم صورت یہ ہے کہ مفسرین بھی اپنی تفاسیر میں فقہی ابواب کا اضافہ کریں۔ امام قرطبیؒ اور امام ابن العربیؒ کی تفاسیر اس کی بہترین مثال ہیں جہاں ہر آیت کے تحت فقہی مسائل اور فقہاء کے آراء کو جمع کیا گیا ہے۔[39] جدید تحقیقی اداروں میں تفسیر و فقہ کو ایک دوسرے کے ساتھ پڑھایا جائے تاکہ طلبہ کو دونوں علوم کی یکسانی کا احساس ہو۔ عصری مسائل کے حل کے لیے مشترکہ پینل بنائے جائیں جن میں بڑے بڑے مفسرین بھی شامل ہوں اور فقہاء بھی۔ اس سے دونوں کی رائے میں جو فاصلہ ہے وہ کم ہو گا اور قرآن مجید کی آیات احکام کا فہم زیادہ متوازن ہو گا۔

---

[37] محمد صابونی، **التبیان فی علوم القرآن** (کراچی: مکتبہ البشریٰ، 2016ء)، ص:109-141

[38] شمش الدین سرخسی، **المبوسط** (بیروت، دارالمعارفہ، 2001ء)، ج:1، :24-98؛ شاطبی، **الموافقات**، ص:11-67

[39] قرطبی، محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن** (لبنان: بیروت، دارالنشر والتوزیع، 1990ء)، ج:1، ص:98-110؛ محی الدین ابن عربی، **تفسیر ابن عربی** (فیصل آباد: چشتی کتب خانہ، 2001ء)، ج:1، ص:19-

فقہاء کی طرف سے اخذ کردہ احکام کی توثیق کے لیے مفسرین کے اصولوں کا سہارا لیا جائے۔ جہاں قرآن مجید کا کوئی حکم صرف ایک بار آیا ہے اور اس کے معانی میں تنازع ہو وہاں مفسرین کے مختلف اقوال کو جمع کر کے ان میں سے راجح کا تعین کیا جائے اور پھر اسے فقہی حیثیت دی جائے۔ تقلید کی سختی کو کم کر کے اجتہاد کی راہ ہموار کی جائے مگر اس اجتہاد میں تفسیری اور فقہی دونوں اصولوں کا لحاظ رکھا جائے۔ امام ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مسالک کی پابندی سے آزاد ہو کر قرآن و سنت کے اصل مصادر کی طرف رجوع کیا جائے اور تفسیر و فقہ کو ایک ہی چشمے سے سیراب کیا جائے۔ مفسرین فقہاء کے صرف انہی فروعی مسائل پر تبصرہ کریں جہاں نص کی کوئی واضح دلیل ہو اور فقہاء مفسرین کی صرف انہی تاویلات کو قانونی حیثیت دیں جو فقہ کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہوں۔ ہم آہنگی کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ عوام الناس کے لیے ایسے ادب کی تیاری کی جائے جس میں دونوں مناہج کو سادہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہو تا کہ وہ بھی یہ سمجھ سکیں کہ قرآن مجید کے احکام کا فہم محض ایک طریقے پر نہیں بلکہ ایک وسیع تر علمی ورثہ ہے جو ان کی عملی زندگیوں کو آسان بنانے کے لیے ہے نہ کہ پیچیدہ کرنے کے لیے۔ یہ ہم آہنگی اپنے اندر ایک فکری انقلاب کی صلاحیت رکھتی ہے جو موجودہ دور میں امت مسلمہ کو درپیش شدید قانونی اور نظریاتی الجھنوں سے نجات دلا سکتی ہے۔ جب مفسرین کی روشن خیالی اور فقہاء کی عملی بصیرت ایک ساتھ جمع ہو جائیں گی تو قرآن مجید کی آیات احکام اپنے اصل مقصد یعنی رحمت للعالمین کے طور پر ابھر کر سامنے آئیں گی۔

8. خلاصہ بحث

قرآن مجید کی آیات احکام کے فہم میں مفسرین اور فقہاء کے مناہج کا یہ تحقیقی مطالعہ ہمیں اس نتیجے تک پہنچاتا ہے کہ یہ دونوں علوم دراصل ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ مفسرین نے آیات کے لغوی، بلاغی، تاریخی اور اسباب نزول کے حوالے سے جو گہرے تجزیے پیش کیے ہیں وہ قرآن مجید کے اصل پیغام تک رسائی کے لیے ناگزیر ہیں۔ ان کے بغیر کوئی فقیہ بھی آیت کی صحیح روح کو نہیں پکڑ سکتا۔ دوسری طرف فقہاء نے انہی آیات کو عملی زندگی کے مسائل پر منطبق کرنے کے لیے اصول فقہ، قیاس، استحسان، مقاصد شریعت اور دیگر ذرائع سے جو منظم ڈھانچہ فراہم کیا ہے اس کے بغیر قرآن مجید کے احکام محض نظریاتی بیانات بن کر رہ جاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب یہ دونوں علوم ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو امت میں فکری و عملی انتشار بڑھا۔ بعض مفسرین نے فقہی مسائل سے کنارہ کشی اختیار کر کے خود کو محض ادبی بحثوں تک محدود کر لیا جبکہ بعض فقہاء نے تفسیر کے گہرے مطالعے کے بغیر اپنی رائے کو ہی اصل قرار دے لیا۔ اس تحقیق میں یہ واضح ہوا ہے کہ کسی ایک منہج کو سراسر رد کرنا درست نہیں۔ جن مقامات پر دونوں کے درمیان ظاہری تضاد ہے وہاں دراصل وہی لچک اور وسعت کارفرما ہے جو شریعت اسلامیہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جیسے ناسخ

و منسوخ، عام و خاص، مطلق و مقید جیسے مباحث میں فقہاء نے جہاں احتیاط سے کام لیا وہیں مفسرین نے تاریخی تناظر کو ملحوظ رکھا۔ موجودہ دور میں جدید طب، معاشیات، سماجی تعلقات اور ٹیکنالوجی کے چیلنجز نے یہ واضح کر دیا ہے کہ کوئی اکیلا مکتبہ فکر یا کوئی اکیلا منہج تمام مسائل کا حل فراہم نہیں کر سکتا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مفسرین اور فقہاء دونوں کی کاوشوں کو سمجھیں، ان کے درمیان پل تعمیر کریں اور ایک ایسا جامع منہج تشکیل دیں جو کہ ایک طرف نص کی پابندی کرے تو دوسری طرف دور حاضر کی حقیقتوں کا ادراک رکھے۔ اس منہج کی بنیاد کتاب اللہ اور سنت رسول ہی ہو گی لیکن اس کی تعمیر میں مفسرین کی بصیرت اور فقہاء کی حکمت عملی دونوں شامل ہوں گی۔